جلد02شمارہ16، 2023

Article

The Concept of “Other” and Critics' Opinions

“Other” دوسرا غیر کا تصور اور ناقدین کی رائے

Dr. Muhammad Akbar Ali*[1], Dr. Mohammad Kioumarsi[2]

[1] Ph. D Scholar, Bahauddin Zakariya University, Multan,
[2] Associate Professer, University of Tehran, Faculty of Literature and Human Sciences
*Correspondence: akbaraliuaf786@gmail.com

ڈاکٹر محمد اکبر علی[1]، ڈاکٹر محمد کیومرثی[2]

[1] پی ایچ ڈی سکالر، بہاالدین زکریایونیورسٹی، ملتان، [2] ایسوسی ایٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف تہران، فیکلٹی آف لٹریچر اینڈ ہیومین سائنسز

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:16-09-2023
Accepted:27-11-2023
Online:20-12-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Otherness is an ambiguous term that originated in the writing of Hegel (1770-1831) and was later developed in the psychoanalysis of Lacan in the theory of Alterity, G.C. Spivak Has described it in a post colonial way because those people having no identity, no desire, no freedom in the result of British domination are put in the circle of "Alterity” In these people these are homosexual, women abnormal peoples and the slaves are oppressed by a dominant and powerful authority.

Foucaclt connects it with the power and describes in his book "the Archeology of knowledge" that peoples of different ages are oppressed with the laws of power, lack of basic facilities and by giving them the name of "Abnormal", Edward said in “Orientalism” also describes the difference of lower and higher level, he also shows the unhappy behavior of west because they thought. We are the supreme and other are the rested material.

A question remains in a poor people’s mind that why do they hate us? These all names are given to get the benefits of for dominant authority. They introduce the languages, lawas and culture to control them and this is done to exploite the third world and by them the name of "Outsider"

Keywords: Ambiguous, Dominant, Oppressed, Alterity, Homo sexual, exploite.

اس اصطلاح کو فلسفیانہ اور علم بشریات دونوں حوالوں سے "غیر"، "دوسرے" کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا استعمال زیادہ تر ما بعد جدید مفکرین کی تحریروں میں نظر آتا ہے گویا ایسے تمام افراد کا تذکرہ شامل ہے جو مقتدر طبقے یا با اختیار طبقہ کی صف میں شامل نہ ہیں۔ مشل فوکو نے بھی ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گویا یہ ایک طرح سے لوگوں کو ان کی پہچان سے محروم کرنے کی روایت کی طرف اشارہ تھا اور اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسری ذات کے تصور سے انکاری ہونے کی دلیل تھی جس میں لوگوں کے وجود کا عدم اقرار شامل ہوتا ہے۔ فوکو نے اسے تاریخ کی تخلیق قرار دیا ہے اور ایسے افراد کو تاریخی ملبے سے برآمد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ بادریلا فرانسیسی فلاسفر نے (Radical Alterity, 2008) میں اسے ثقافتی پیداوار قرار دیا ہے کیونکہ یہ لبرل معاشرے کے خود ساختہ اور تکبرانہ اصولوں کی دین ہے۔(۱)

اس کے علاوہ "Gayatri chakravorty spivak" نے "Theory of Alterity (2014)" پیش کی۔ ان کے خیال میں یہ ہر کسی کے لئے لازم ہے کہ تاریخی رویوں کو زیر بحث لا کر افرادی حقوق اور ان کی پہچان کے متعلق بحث کرے۔ انہوں نے اس اصطلاح کے تصور کو اُجاگر کرنے کیلئے مابعد نو آبادیاتی حوالہ بھی دیا ہے کہ جس میں کس طرح ہمارے آباؤ اجداد برطانوی سامراجیت کے نتیجہ میں اپنی پہچان، اپنی مرضی اور اپنی آزادی کھو بیٹھے اور انہیں "Alterity" کے زمرے میں ڈال دیا گیا اس "متبدلیت" کی تخلیق کے لیے "Spivak" نے چار سنہری اصول متعارف کروائے جو قومیت "Nationalism" بین الاقوامیت "Internationalism" سیکولرزم اور ثقافتی عناصر "Culturalism" ہیں۔ اس کے علاوہ کئی دوسرے آلات بھی اس کی ترویج کیلئے نظر آتے ہیں جن میں جنس، نسل اور طبقاتی نظام قابلِ ذکر ہیں کیونکہ انہیں معیار بنا کر اس متبدلیت کو جنم دیا گیا۔(۲)

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے بھی مشل فوکو کے حوالے سے تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے خیال میں حاشیے پر پڑے ہوئے یا سماجی اَنا کی بھینٹ چڑھے ہوئے ایسے افراد کو اس سماجی نفرت کے ردِ عمل کے نتیجہ میں اپنے سیاسی، قانونی اور سماجی حقوق سے محروم ہونا پڑتا ہے فوکو نے ایسے بے کس اور بے حیثیت لوگوں میں ہم جنس، خواتین، پاگل افراد اور سیاہ فام کو شامل کیا ہے جنہیں عام طور پر معاشرے کے دوسرے افراد سمجھ کر اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہونا پڑتا ہے اور ایسے لوگوں کو مغربی سماج کی نفرت اور حقوق کو دبا دینے کی کوشش پر مابعد جدید مفکرین بے کس اور بے حیثیت قرار دیتے ہیں۔(۳)

حقیقت میں اس تصور کو مغربی اور مشرقی معاشروں کے درمیان برتری اور کمتری کے عکس کو واضح انداز میں پیش کرنے کیلئے استعمال کیا گیا مگر یہ المیہ ہر معاشرے میں ایک واضح تصور کے ساتھ دکھائی دیتا ہے کہ کس طرح غالب طبقہ، محکوم طبقہ کو مغلوب سمجھ کر طاقت اور اقتدار کی وجہ سے تاریخی پس منظر سے نہ صرف ہٹا دیتا ہے بلکہ معاشرے کے کسی بھی بنیادی حقوق کے حامل افراد والے حقوق بھی اسے عطا نہیں کرتا بلکہ ان کے حصول میں بطور رکاوٹ بن کر سامنے آتا ہے۔ فوکو کے نزدیک حاشیے پر پڑے ایسے طبقہ میں خواتین سر فہرست ہیں علاوہ ازیں ہم جنس پرست افراد، پاگل پن میں مبتلا افراد اور مغربی معاشرے میں موجود سیاہ فام تمام اپنے حقوق سے محروم

دکھائی دیتے ہیں جس پر تاریخی حوالے سے بھی کئی من مٹی دکھائی دیتی ہے۔ فوکو نے ان تاریخی پردوں سے جھانک کر ایسے گرے پڑے لوگوں کو معاشرتی حقوق نہ ملنے پر گویا ایک صدائے حق بلند کی ہے۔

فلسفہ، نفسیات اور اخلاقیات کے ہر میدان میں استعمال ہونے والی یہ اصطلاح بظاہر کوئی خاص مفہوم لیے ہوئے دکھائی نہیں دیتی مگر وسیع تناظر میں ایک وسعت کا مقام رکھتی ہے کیونکہ جس طرح سماج کے ہر فرد کو آزادیٔ رائے کے ساتھ ساتھ زندگی گذارنے کا حق ہے ویسے ہی جارج ویلم فریڈرک ہیگل (۱۸۳۱ء۔ ۱۷۷۰ء) کی متعارف کردہ اس Other کی اصطلاح میں حاشیے پر پڑے لوگوں یا طاقتور لوگوں کے سامنے آوازِ حق دبانے کیلئے اور دباؤ کا شکار ہونے والے سماجی افراد کو جب کسی بھی طرح سے احساسِ کمتری میں مبتلا کر کے ان کے وجود سے انکار کو بنیاد مانا جاتا ہے تو ایک طرف اپنی ذات سے دلچسپی کا عنصر دکھائی دیتا ہے تو دوسری طرف اس ذاتی مفاد میں کئی افراد کے حقوق کو زمانے میں پستے ہوئے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

تاریخی حوالوں سے اگر نگاہ دوڑائی جائے تو معلوم ہو گا کہ کس طرح نسل پرستی کے نام پر لوگوں کو اس اجنبی پن کی سزا بھگتنی پڑی ہے اور ہمیشہ مابعد جدید ناقدین غیر یا اجنبی افراد قرار دیئے جانے والے لوگوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے کوشاں رہے ہیں مغربی ثقافت میں یہودی کلچر کے فروغ یا یہودی نسل کو کس قدر تاریخی حوالے سے تشکیک کی نگاہ سے دیکھا گیا اور نسلی اخلاص کیلئے کس قدر دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ نازی جرمنی کی اس خوفناک صورتحال سے نسلی طہارت تو ممکن نہ ہو سکی مگر یہودی نسل کو مکمل یورپ سے ختم کرنے کیلئے انسانیت سوز حربوں کا استعمال کیا گیا اور اس طرح تاریخ میں یہ ہمیشہ کیلئے رقم ہو گیا کہ نسلی فساد سے لے کر معاشرے کے دوسرے ایسے افراد جنہیں آج تک سماج کسی بھی طرح سے اپنے مکمل حقوق دینے سے قاصر رہا ہے ان کے لیے مابعد جدید ناقدین اور بالخصوص مشل فوکو نے آواز اٹھائی ہے اور اس مسئلہ کو خاص اہمیت دی ہے۔ اس نے اپنی کتاب "The archeology of knowlodge" میں ایسے ادوار کی نشاندہی کی ہے جن میں مقتدر طبقے نے ہمیشہ اجنبی یا غیر لوگوں کا طاقت کے زور پر قلع قمع کیا ہے اور فوکو نے تاریخی حوالوں سے لے کر موجودہ دور تک ایسے شواہد کے ذریعے اس حقیقت سے آشنا کیا ہے کہ معاشرے کے غیر مستحکم لوگ کس طرح پاگل خانوں میں مقید کر دیئے جاتے اور پھر استحصالی قوت کے ساتھ ہمیشہ انہیں جرم زدہ قرار دے کر معاشرے کا ایک غیر اہم فرد قرار دیا جاتا اور اس طرح وہ اپنے بنیادی حقوق سے محروم کر دیئے جاتے نہ صرف انہیں زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم کر دیا جاتا بلکہ موجودہ دور کے تناظر سے بھی ان کی تصویر کو ختم کر دیا جاتا اور وہ ڈسکورس کا حصہ بھی نہ رہ پاتے اقبال آفاقی فوکو کے ان مشاہدات اور کھوج کو اس قدر اہمیت کے قابل قرار دیتا ہے کہ انہوں نے حاشیے پر پڑے ہوئے لوگوں کی منظر کشی کچھ یوں کی ہے:

"بالکل ایسے ہی جیسے کوڑے کو اٹھا کر گھر سے دور کسی گہری کھائی میں پھینک دیا جائے۔" (۴)

ثقافتی حوالوں سے "Other" کی اصطلاح پر تبصرہ کرتے ہوئے ایڈورڈ سعید نے بھی اسے منفی حوالے سے متعارف کردہ مفہوم میں گردانا ہے کیونکہ انسانی جغرافیہ میں اخلاقی برتری اور کمتری کے احساس میں تفاوت کی بنیاد اسی سے پڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور کسی بھی مقتدر طبقہ کی طرف سے نو آبادیاتی احساس اور روش کے نتیجہ میں یہ اجنبی اور غیر کی پرورش اور حوصلہ افزائی دکھائی دیتی ہے کیونکہ ایسا

استحصال کسی بھی نو آبادیاتی تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے اور ہمیشہ غالب رہنے کا احساس اس طرح کے اقدامات پر کسی بھی سماجی گروہ کو فعال کرتا ہے مثلاً مرد غالب معاشرہ میں عورت سماج میں ایسے دکھائی دیتی ہے کہ جسے بس سانس لینے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہو جبکہ دوسری طرف انہیں یعنی عورتوں کو اپنے جائز حقوق کی آواز کیلئے کسی بھی طرح سے آج تک قبول نہیں کیا گیا اس طرح مرد اور عورت کے درمیان جس سماجی فرق کو دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ حقیقت میں مرد کی طاقت کی بنیاد پر برتری کے اثر کو قائم رکھنے کیلئے متعارف کردہ خود ساختہ قانون ہے اسی طرح ایڈورڈ سعید نے "شرق شناسی" کے حوالے سے بھی اس اصطلاح کی ایک واضح تصویر اس وقت کھینچی ہے جب وہ مغرب والوں کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہیں کہ:

"We are the west and other are rest" تب وہ واضح طور پر مغرب سے ہٹ کر لوگوں کو کس قدر حقارت کی منزل پر متمکن کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح امریکی صدر جارج ڈبلیو بُش ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے دھماکوں کے بعد مسلمانوں کیلئے جس بیان کا سہارا لیتا ہے اس میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ کس طرح سیاسی اور معاشی حوالے سے اپنے آپ کو مغربی لوگوں کی ذہنی پرورش کا اہم نکتہ سمجھ کر اعلان کیا جارہا ہوتا ہے کہ "Why do they hate us?" کیونکہ ان کے اس بیان سے نہ صرف اپنے آپ کو سماج کی علیٰحدہ مخلوق سمجھنا نظر آتا ہے بلکہ اپنے آپ کو برتری کے تصور پر خود ساختہ زاویوں سے دیکھنا بھی اس کا ایک حصہ ہے اور یوں سماجی، سیاسی طاقت کا غلبہ دوسرے کم طاقتور لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح شعور کی یہ لہر فوکو سے لے کر ایڈورڈ سعید تک اس لیے ظاہر کی گئی تاکہ لوگ اس استحصالی نظام سے واقفیت حاصل کر سکیں اور ایسے مقاصد جو طاقت کے بل بوتے پر حاصل کیے جارہے ہیں ان تک بطور رکاوٹ اُٹھ کھڑے ہوں اور آنے والے ادوار میں ماضی کے اس طاقتی رشتے کی وجہ سے کس قدر لوٹ کھسوٹ اور احساس کمتری کی فضا کو جنم دیا گیا اس سے آشنائی حاصل کی جاسکے۔ کیونکہ کسی بھی قوم یا فرد کا بطورِ طاقتور عنصر کے سیاسی طاقتوں اور سرگرمیوں کے حوالے سے سرگرم رہ کر دوسروں کو دبانے کا منشور ہمیشہ اس وقت سامنے آیا ہے جب آزمائی گئی طاقت کا استعمال دوسروں یا غیر یا اجنبی افراد کی درجہ بندی کرکے کرتے ہیں۔

یقینی طور پر اس بات کا اقرار کیا جاسکتا کہ "Other" کی درجہ بندی میں شامل افراد کو نہ صرف مغلوب سمجھ کر سزاؤں کا حق دار ٹھہرایا گیا بلکہ ان پر مکمل طور پر کنٹرول حاصل کیا گیا کبھی زندگی کے کسی میدان میں تو کبھی ان کی تہذیبوں پر اثر انداز ہو کر کبھی انہیں جدید بنانے کے سنہرے خواب دکھا کر نئی اور مقتدر طبقہ کی تہذیب کو آشنا کروایا گیا۔ یہ غیر یا اجنبی ہونے کی وسعت کسی فرد سے لے کر سماج تک پھیلی ہوئی ہے اور ہمیشہ سے انہیں بیرونی یعنی "out sider" قرار دے کر بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا۔

"لارڈ کرومر شکر ادا کرتا ہے کہ مشرقی انسان، مغربی لوگوں سے بالکل مختلف ہیں۔ ان کی سوچ، بولنے کا انداز، کام کا طریقہ بھی جدا ہے اور یہ اس کے لیے باعث اطمینان ہے۔ وہ مشرقی ہونے کو جرم سمجھتا ہے اور مشرقی اور مغرب کے درمیان ایک لکیر کھینچنے کا خواہش مند ہے۔"(۵)

حوالہ جات

۱۔ Baudrillard, Jean, Guillaume, Marc, Translated by Hodges, Ames (2008) radical alterity (first-ed) combridge, massachusetts, MT press.

۲۔ Spivak, Gayatari, "who claims alterity", Emory university, 2014.

۳۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، مابعد جدیدیت، ص:۲۰، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء

۴۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، مابعد جدیدیت، ص:۹۵، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء

۵۔ آسیہ نازلی، ڈاکٹر، ایڈورڈ سعید (تنقیدات، مکالمات اور تخلیقات) سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱، ص:۱۷۹